R. No. 215067

Regd. No. 922

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

Tele. No. 29
Telegrams
"ANJUMAN"

قیمت
سالانہ تین روپے
ایک پرچہ چھ
نئے پیسے
تاریخ اشاعت
۱۵۔۶۔۶۳

جلد ۲۲ - شمارہ ۲۳	ایڈیٹر - آل احمد سرور	۱۵ر جون ۱۹۶۳ء

سید فضل المتین

اجمیر کا پہلا اُردو اخبار

اُردو کا سب سے پہلا اخبار "جام جہاں نما" کلکتہ سے ۱۸۲۲ء میں شایع ہوا۔[1] اس اخبار کے اجراء سے تقریباً ۲۹ برس بعد یعنی ۱۸۵۱ء میں "خیر خواہ خلق" نامی ایک اخبار (جو ہفت روزہ تھا) اجمیر سے نکلنا شروع ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ہندوستان سے شایع ہونے والے اخبارات کی تعداد ۲۳ ہو چکی تھی۔[1]

جے پور سے جو اب صوبۂ راجستھان کا صدر مقام ہے پہلا ہفت روزہ اخبار "نیر راجستھان" حکیم سلیم خاں خستہ کی ادارت میں ۱۸۸۵ء میں نکلا۔[2] اس لحاظ سے اجمیر سے شایع ہونے والے اخبار "خیر خواہ خلق" کو ہم نہ صرف اجمیر بلکہ موجودہ صوبہ راجستھان کا بھی پہلا اُردو اخبار کہنے میں حق بجانب ہیں۔

"خیر خواہ خلق" سے متعلق مشہور فرانسیسی مستشرق گارساں دتاسی کے دسویں خطبہ میں جو ۶ فروری ۱۸۶۱ء کو دیا گیا ہے مندرجہ ذیل عبارت درج ہے:

> اجمیر میں ایس ڈبلیو فیلن نے جو وہاں کے مدرسۂ عالی کے نگراں کار اور ضلع اجمیر کے ناظر مدارس ہیں ایک لیتھو مطبع اور ایک ہندوستانی اخبار جاری کیا ہے۔
>
> اس علاقے میں اُردو زبان کا یہ پہلا اخبار ہے۔ اس کی ادارت دو ہندو حضرات سوہن لال اور اجودھیا پرشاد کر رہے ہیں۔ یہ دونوں اجمیر کالج کے طلبائے قدیم ہیں جہاں انھوں نے انگریزی زبان پر پورا عبور حاصل کیا۔ ان کی اردو تحریر میں سادگی اور لطف بیان کے ساتھ ساتھ ہندوستانیت اور انگریزی اثر دونوں موجود ہیں۔ اس اخبار کا نام "خیر خواہ خلق" ہے۔ یہ ہفتہ وار شایع ہوتا ہے اور چھوٹی تقطیع کے آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ روزمرہ کی عام خبروں کے علاوہ اس میں مختلف عنوانات پر بھی مضامین ہوتے ہیں مثلاً اس میں ایک مضمون ہندوستانیوں کو اسلحے سے محروم کرنے اور سرادات پات کے عام توہمانہ خیالات اور جبریہ تبدیل مذہب کے متعلق شایع ہو چکے ہیں لیکن حکومت نے اس اخبار کے مدیروں کی آزادہ روش کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا چونکہ بغاوت کے بعد سے ہندوستان میں آزادی باقی نہیں رہی ہے لہٰذا حکومت نے اس اخبار کی اشاعت کو ممنوع قرار دیا۔
>
> (خطبات گارساں دتاسی مطبوعہ انجمن ترقی اُردو۔ صفحہ ۲۴۴-۲۴۵)

مندرجہ بالا عبارت سے ہمیں "خیر خواہ خلق" کے اجراء اور اس کی اشاعت کو ممنوع قرار دئے جانے کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اس میں شایع ہونے والے مضامین کا (مختصر سا) اور اس کی آزادانہ صحافی روش کا بھی علم ہوتا ہے اور فی الحال اس اخبار سے متعلق مزید دیگر تفصیلات حاصل کرنے کے لئے ہمارے پاس (اس عبارت کے علاوہ) اور کوئی ذریعہ نہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ باوجود تلاش کے اجمیر میں کہیں بھی مجھے اس اخبار کا کوئی شمارہ ہم دست نہ ہو سکا۔ ورنہ اس اخبار پر تفصیلی روشنی ڈالی جاتی۔ اگر کہیں اس اخبار کا کوئی شمارہ محفوظ ہو یا کسی صاحب کی نظر سے یہ اخبار گزرا ہو تو اس پر روشنی ڈالی جانی چاہئے چونکہ یہ نہ صرف اُردو کا ایک قدیم اخبار ہے بلکہ ایک شہر اور ایک صوبہ کا پہلا اُردو اخبار ہے۔

---

[1] "بھارت میں اردو صحافت کی تاریخ و ترقی۔ ایک مختصر جائزہ" (حصہ دوم) مطبوعہ "ہماری زبان" بابت ۲۲ر اکتوبر ۱۹۶۱ء

[2] "ادب جے پور کا ماضی و حال" ۔ "تذکرہ شعرائے جے پور" (مطبوعہ انجمن ترقی اُردو)

اقبال کرشن

بھان، بھکت رامایَن
میں
اُردو الفاظ

بھان، بھکت رامایَن کو نیپالی زبان و ادب میں بہت بڑا مقام حاصل ہے۔ جاننے والوں کا کہنا ہے کہ یہ بہترین نیپالی شاعری کا عمدہ نمونہ ہے۔ بھان، بھکت نیپالی زبان کا عظیم شاعر ہے اور انیسویں صدی کے آخر میں گزرا ہے۔

بھان، بھکت نے اُردو کے بہت سارے موتی اس رامایَن کے نیپالی ترجمے میں پرو دیئے ہیں، اور یہاں غوطہ زنی ان ہی موتیوں کی تلاش میں۔ پہلا شلوک ملاحظہ ہو:

एक दिन नारद सत्यलोक पुगि गाया
लोक को गरुँ हित भनी।

ایک دن نارد، رفاہِ عامہ کے پیشِ نظر، ستیہ لوک کے پاس گیا۔

ब्रह्मा ताहिं थिया पन्या चरणमा
खुसी गराया पनी॥

برہما وہاں موجود تھے، وہ ان کے پاؤں پر گر پڑا اور انھیں خوشی ہوئی۔

क्या सोधछौ तिमि साध भन्दछ म
पनी मर्जी भयथ्यो ब्रह्माको करुणा
बढोर ऋषिले बिन्ती गन्या जसै
पो तसै॥

جیسے ہی برہما نے اس کی مرضی دریافت کی، برہما کو خوش سمجھ کر، اس نے ان سے کہا۔

اسی طرح دورانِ مطالعہ میں ہمیں اُردو الفاظ ملتے جاتے ہیں۔ بہتر ہے کہ اب میں ان اُردو الفاظ کی ایک فہرست پیش کروں، کیونکہ ایک دو لفظ کے لئے ایک ایک شلوک نقل کرنا "ہماری زبان" پر ظلم ہے۔

अकबाल (اقبال) ؛ असल (اصل) ؛ हसारा (اشارہ)
बकवास (بکواس) ؛ बकसिस (بخشش) ؛
बखत (وقت) ؛ बंद (بند) ؛ बातचित (بات چیت) ؛
बिजबाफ (بے جواب) ؛ बिलकुल (بالکل) ؛
पैदल (پیدل) ؛ तकीया (تکیہ) ؛ तखत (تخت) ؛
तमास (تماشہ) ؛ तरफ (طرف) ؛ तरह (طرح) ؛
तफ (طرف) ؛ जबर (زبر) ؛ जमिन (زمین) ؛
जल्दी (جلدی) ؛ जवाफ (جواب) ؛ जिद (ضد) ؛
जदा (جدا) ؛ जोर (زور) ؛ ज्यादी (زیادہ) ؛
चुगली (چغلی) ؛ हुकुम (حکم) ؛ दुरुस्त (درست) ؛
हिकमत (حکمت) ؛ हरफ (حرف) ؛ हाजिर (حاضر) ؛
हवेलि (حویلی) ؛ हवाल (حوالہ) ؛ खजना (خزانہ) ؛
खाग (خاک) ؛ खातिर (خاطر) ؛ खाली (خالی) ؛
खन (خون) ؛ खना (خون) ؛ खप (خوب) ؛
खुलस्ता (خلاصہ) ؛ दगा (دغا) ؛ दर्जा (درجہ) ؛
दर्द (درد) ؛ दाखिल (داخل) ؛ दागा (دغا) ؛
दिल (دل) ؛ दुरुस्त (درست) ؛ खुसाल (خوش حال) ؛
गरिब (غریب) ؛ गुल (گل) ؛ गुलजार (گلزار) ؛
नजर (نظر) ؛ नुर (نور) ؛ फकत (فقط) ؛
फजित (فضیحت) ؛ मालुम (معلوم) ؛ फरक (فرق) ؛
रसद (رسد) ؛ यक (یک) ؛ मकाम (مقام) ؛
रस्ता (راستہ) ؛ लस्कर (لشکر) ؛ रैयत (رعیت) ؛
लायक (لائق) ؛ रोज (روز) ؛ लाल (لعل بمعنی لال) ؛
साफ (صاف) ؛ साहेब (صاحب) ؛ साफी (رومال) ؛
सेखी (شیخی) ؛ सान-तजक (شان)

لیکن پھر بھی یہ فہرست مکمل نہیں، کیونکہ قریب ڈیڑھ ہزار شلوک چھان مارنا کوئی معمولی بات نہیں۔ اور پھر ویسے بھی جب اُردو کو اس سے کوئی خاص فائدہ نہیں!

ہماری زبان

۱۵ر جون ۱۹۶۳ء

ہندوستانی اکیڈمی اور اُردو

ہندوستانی اکیڈمی نے آزادی تک ہندی اور اُردو دونوں پر توجہ کی اور دونوں زبانوں میں نہ صرف قابلِ ذکر کتابیں شایع کیں، بلکہ اچھے رسالے بھی نکالے۔ افسوس ہے کہ آزادی کے بعد کچھ ایسی ہوا چلی کہ اُردو پر توجہ برائے نام رہ گئی۔ پہلے تو یہ کوشش ہوئی کہ اس کا نام بدل دیا جائے اور اسے ہندی اکیڈمی کر دیا جائے، جب حکومت نے یہ تجویز منظور نہ کی تو اس کا ایسا دستور بنایا گیا کہ اُردو کو اودھی، برج وغیرہ بولیوں کے ذیل میں رکھا گیا اور اس پر توجہ اکیڈمی کے لئے ضمنی بات ہو گئی۔ یہ طریقہ اب تک جاری ہے، ہماری توقع تھی کہ اکیڈمی کے ارباب حل و عقد کو کچھ دن کے بعد خود اپنی تاریخ کا احساس ہوگا اور وہ اُردو کے ساتھ بے انصافی کی روش ترک کر دیں گے۔ مگر افسوس ہے کہ یہ توقع اب تک پوری نہیں ہوئی ہے۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ حال میں شری سمپورنانند گورنر راجستھان کے ہاتھوں اکیڈمی کی اپنی عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ اب اس کے صدر مشہور ہندی ادیب بال کرشن راؤ ہیں۔ سیاست دانوں کی بات اور ہوتی ہے، ادیبوں کی اور۔ ہم صدر ہندوستانی اکیڈمی کو توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ اکیڈمی کا اُردو میں کام نہ ہونے کے برابر ہے اور وہ ہندوستان اور اترپردیش کی ایک اہم زبان سے چشم پوشی کر کے کوئی قابلِ فخر کام نہیں کر رہی ہے، یہ اُردو دوستوں کو ہی شکایت کا موقع نہیں دے رہی ہے، ہندوستانی تہذیب اور قومی ادبیات کے مجموعی تصوّر کے ساتھ بھی زیادتی کر رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہندوستانی اکیڈمی کا زیادہ تر کام اترپردیش کی سرکاری اور علاقائی زبان ہندی میں ہونا چاہیے اور اس پر کوئی اعتراض کرے تو غلط ہوگا، لیکن ہندی سے محبت کے معنی یہ کب ہوتے ہیں کہ اُردو کی طرف سے بے نیازی برتی جائے اور ہندی ادب کی خدمت ہی کو سب کچھ سمجھ لیا جائے۔ یہ طرزِ عمل سنجیدہ قومی اداروں کو زیب نہیں دیتا۔ اس میں تنگ نظری بھی ہے اور بے انصافی بھی۔ ہم چاہتے ہیں کہ اترپردیش کا ہر قومی ادارہ اترپردیش کی ساری تہذیبی اور ادبی دولت کے ساتھ انصاف کرے۔ اس کے ہر پہلو کی عکاسی کرے۔ ہندی کی خدمت بہت سے ادارے کر رہے ہیں مگر یہ صرف ہندی پر توجہ کر کے اکیڈمی اپنے لئے کوئی ممتاز جگہ نہ بنا سکے گی، ہاں اگر وہ اترپردیش کی تمام اہم زبانوں کے ادب کی خدمت کرے گی تو اس کا درجہ اور مرتبہ اہلِ علم کے نزدیک اور بلند ہوگا۔ ادیب صرف اپنے ادب سے محبت نہیں کرتا، وہ دوسرے ادبیات سے بھی محبت کرتا ہے اور ان کے فروغ کے لئے راہیں نکالتا ہے، روشنی جہاں ہوتی ہے اُسے عزیز ہوتی ہے۔ حسن جہاں بھی نظر آتا ہے وہ اس کی پرستش کرتا ہے، وہ انسانیت اور تہذیب کے ہر مرقعے کو عزیز رکھتا ہے۔ وہ ہمہ گیر ذہن رکھتا ہے تنگ نظری اُسے زیب نہیں دیتی۔ کاش ہندوستانی اکیڈمی کے صدر اس پہلو پر بھی غور کر سکیں۔

سیر بین

اخبار ہندوستان ٹائمس کے ایک نامہ نگار کا خیال ہے کہ ہندوستان میں اُردو ایک مُردہ زبان ہوتی جا رہی ہے۔ پاکستان میں کچھ لوگ پہلے سے ہی یہ کہہ رہے تھے ہندوستان ٹائمس کو پاکستانیوں کی یہ ہمنوائی مبارک ہو۔

یہ کیسی مُردہ زبان ہے کہ فلم پر چھائی ہوئی ہے، ہندی رسم خط میں اس کا ادب دھڑا دھڑ منتقل ہو رہا ہے۔ اس کے جیبی سائز کے انتخابات ہندوستان کے اس سِرے سے اُس سِرے تک بکتے ہیں، اس کی اعلیٰ تعلیم کے لئے کتنی ہی یونی ورسٹیوں میں نئے شعبے کُھل رہے ہیں، اسکے اخباروں کی تعداد ہندوستانی زبانوں میں ہندی کے بعد ہے۔ اس کے بولنے والوں کی تعداد کم ہونے کے بجائے بڑھ رہی ہے، اس کا دنیا کے بہت سے بڑے ملکوں میں چرچا ہو رہا ہے، اس کے مصنفوں کی کتابیں اتنی مقبول ہیں کہ کچھ لوگ چوری چھپے انھیں چھاپ کر نفع کما لیتے ہیں، اسکے مشاعروں میں ہزاروں کا مجمع ہوتا ہے۔ اس میں اعلیٰ درجہ کی تحقیق و تنقید جاری ہے اور اچھے ناول، افسانے، مضامین، نظمیں، غزلیں برابر لکھی جا رہی ہیں، اس کے اثر سے ہندی، گجراتی اور مراٹھی میں لوگوں نے غزلیں کہنی شروع کر دی ہیں اسکی تعریف کر کے حکومت کے اراکین اپنا اقتدار مضبوط کرتے ہیں، اس پر مظالم کا تذکرہ کر کے مخالف پارٹیاں ووٹ حاصل کرتی ہیں، اس کے ذریعہ سے پنجاب میں ہندی اور پنجابی کے حامی اپنی اپنی مُہم چلاتے ہیں، اس کے اشعار اسمبلیوں اور پارلیمنٹ میں بحث کے دوران میں سنائے جاتے ہیں۔ اسٹیٹس مین کے نمایندے کے بیان کے مطابق ایک

پارلیمنٹ کی بہترین تقریر اسی زبان میں ہوتی ہے، (جس میں مولانا آزاد نے ٹنڈن جی کے اعتراضات کا جواب یا تھا) اسی نے قوم کو انقلاب زندہ باد کا نعرہ دیا اور اسی 'جوان' سے دنیا کو روشناس کیا جو ہماری سرحد کی حفاظت کر رہا ہے۔ خیر پاکستان والے تو ایسی باتیں کہیں گے ہی۔ لیکن ہندوستان ٹائمس کے نامہ نگار کو کیا ہو گیا ہے کہ دن کی روشنی کو بھی رات کا اندھیرا سمجھتا ہے۔

ابھی ایک خط میں دیکھا کہ خورشید الاسلام کو خورشیدلاسلام لکھا گیا ہے۔ اختر الایمان کو بھی اخترلایمان لکھا جاتا ہوگا۔ ہمیں یاد ہے کہ خواجہ غلام السیدین کا نام لکھنے میں بھی لوگ بعض اوقات غلطی کرتے ہیں۔ ہم مولانا آزاد کی طرح خورشید الاسلام یا اختر الایمان کو اپنا نام بدلنے کا مشورہ تو نہیں دے سکتے، ہاں یہ ضرور تجویز کریں گے کہ عربی ناموں کو اردو املا کے مطابق لکھنے کی کوشش کریں مثلاً خورشید الاسلام اپنا نام خورشیدل اسلام لکھنے لگیں اور اختر الایمان اپنا نام اخترل ایمان لکھنے لگیں تو کیا قباحت ہوگی۔ ..ں خواجہ غلام السیدین کے نام کو خواجہ غلامس سیدین لکھنا پڑیگا۔ سنا ہے انگریزی کے ایک پروفیسر ڈکنسن سیدین صاحب کو خط لکھتے تھے تو مائی ڈیر غلامس لکھتے تھے۔ بقول اکبر صاحب کی سند ہے۔

وزیگاپٹم کالج میں شعبۂ اردو کی برقراری

حیدرآباد ۔ ۴ جون ۔ انجمن تحفظ اردو آندھرا پردیش کے پریس نوٹ میں بتایا گیا ہے کہ ریاستی وزیر تعلیم شری بی وی جی راجو کی ہدایت پر نظامت تعلیمات نے مسز اے، وی، این کالج وزیگاپٹم میں شعبۂ اردو کی برقراری کے لئے کالج کی انتظامی کمیٹی کو ایک ٹیلی گرام روانہ کیا ہے۔ وزیگاپٹم کے اس خانگی کالج نے اپنی مالی دشواریوں کے باعث شعبۂ اردو کو برخاست کرنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن اردو بولنے والوں کی طرف سے نمائندگی پر یقین دلایا گیا کہ اگر حکومت کی طرف سے سالانہ تین ہزار چھ سو روپیے کی گرانٹ منظور کی جائے تو شعبۂ اردو کو برقرار رکھا جا سکتا ہے اس سلسلے میں انجمن کے علاوہ مسلم ویلفیر ایسوسی ایشن وزیگاپٹم کے نائب صدر شری بابو بعل نے وزیر تعلیم اور وزیر عمارات و شوارع سے نمائندگی کی تھی۔

(بھارت نیوز)

انجمن کی کتابوں کی دوبارہ اشاعت

(پریس نوٹ) انجمن ترقی اردو ہند کی بعض کتابیں ملک میں بہت مقبول ہوئی ہیں اور اب وہ بازار میں مشکل سے دستیاب ہوتی ہیں۔ انجمن اپنی ان کتابوں کی دوبارہ اشاعت کے مسئلے پر غور کر رہی ہے اور جلد کوئی قدم اٹھائے گی۔ مگر انجمن نے جو انگریزی اردو ڈکشنری شائع کی تھی اس کی نظر ثانی اور دوبارہ اشاعت کے لئے انتظامات شروع ہو گئے ہیں۔ یہ لغت ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ اگرچہ اس کی تیاری میں خاصا اہتمام کیا گیا تھا مگر پھر بھی بعض اصطلاحوں کے ترجمے میں اور بعض مفاہیم کے ادا کرنے میں کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں اس لئے نظر ثانی کی ضرورت مسلم ہے خبر ملی ہے کہ کچھ اشخاص یہ لغت اور انجمن کی دوسری کتابیں غیر قانونی طور پر چھاپ رہے ہیں یا چھاپنے والے ہیں۔ انھیں آگاہ کیا جاتا ہے کہ انجمن اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے قانونی چارہ جوئی کرے گی۔ نیز اردو دنیا ایسے اشخاص کو جو اپنے ذاتی مفاد کے لئے قومی اداروں کو نقصان پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کرتے کسی طرح برداشت نہ کرے گی۔

اردو دوستوں سے استدعا ہے کہ وہ انجمن کی مطبوعات انجمن کے ایجنٹوں یا کتب فروشوں سے خریدیں، اور جعلی اڈیشنوں کی ہرگز سرپرستی نہ فرمائیں۔

(پروفیسر آل احمد سرور)
جنرل سکریٹری

سنسکرت میں "میری کہانی"

وزیر اعظم نہرو کی خود نوشتہ سوانح عمری "میری کہانی" کا ترجمہ دنیا کی بہت سی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ اب اس کا ترجمہ آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ کے مسٹر دکملاپتی نے سنسکرت میں کیا ہے۔ وزیر اعظم نہرو نے اس کتاب کا پیش لفظ ہندی میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

"مجھے سنسکرت سے زیادہ واقفیت نہیں ہے جس کا مجھے افسوس ہے لیکن مجھے یہ زبان پسند ہے۔ سنسکرت ہماری سب سے بڑی دولت اور خزانہ ہے اور ہم سب کو اس کی حفاظت اور ترقی کے لئے کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ یہ کتاب ۲۸ برس قبل لکھی گئی تھی جب سے دنیا میں بڑی تبدیلیاں ہو گئی ہیں جس سے کتاب کا ایک اچھا خاصہ حصہ تاریخ بن کر رہ گیا ہے۔ اور یہ میرے لئے بڑے فخر کی بات ہے کہ اس کتاب کا ترجمہ سنسکرت میں ہو گیا ہے، اور اب وہ ایک کتاب کی صورت میں شائع ہو رہا ہے۔"

ناظم حکمت کا انتقال

ترکی کے عظیم انقلابی شاعر ناظم حکمت کا انتقال ماسکو میں ۶۱ برس کی عمر میں ہو گیا ہے۔ ناظم حکمت ترکی کے جدید شعرا میں عظیم ترین شخصیت سمجھے جاتے تھے۔ ناظم حکمت نے ۱۳ برس تک ترکی میں اس الزام میں کہ وہ فوجوں کو نافرمانی پر اکساتے اور کمیونسٹ خیالات کا پرچار کرتے ہیں قید و بند کی سختیاں جھیلیں۔ سنہ ۱۹۵۰ء میں رہائی کے بعد روس چلے گئے اور پچھلے سال وہ روسی شہری ہو گئے تھے۔

شیام لال عابد پشاوری

مہاپنڈت راہل سانکرتیائن

اے تو کہ ہے خاموش ترا خامۂ گل ریز
تحقیق تری مثلِ فسانہ تھی دلآویز
اب تک تری عظمت سے زمانہ نہیں واقف
سورج کی طرح فکر ہے گو تیری ضیا ریز
اے تو کہ تجھے ذہنِ رسا نے دیا دھوکا
تھا تجھ کو ترا علم و تبحر ہی جنوں خیز
اے عالمِ تاریخ و محقق و معلم
اے صاحبِ ادراکِ دلِ گرم و نگہ تیز
سینہ ترا صد گوشۂ تمدن کا امیں تھا
جیسے تہِ قلزم ہوں رواں موجۂ کاریز
عالم تھا عمل صرف عمل تھا ترا ایماں
شاید اسی باعث تھا تو کم گو و کم آمیز
علامہ ترے پائے کے پیدا ہی کہاں ہیں
اب خواب ہیں محنت کش و علّام سحر خیز
زندہ تھیں ترے دم سے کئی مردہ زبانیں
اب تجھ سے سوا اُن کا ہے انجام غم انگیز
کیا کیا نہ ستم تو نے سہے علم کی خاطر
لیکن تھا بہرحال ترا عزم کہ "ستیز"
کرتا رہا تو تیشہ زنی تا دمِ آخر
درپے ہی رہے تیرے تری قوم کے پرویز
تھا باعثِ صد رشک ترا ضبطِ مسلسل
ہونے نہ دیا صبر کے پیمانے کو لبریز
آگاہ تھا ہم قوموں کی فطرت سے تو شاید
ذہنوں کے جو ہندی ہیں مزاجوں کے ہیں انگریز

....

....

مرنے پہ تجھے بخش دیا تمغۂ اعزاز
جیتے جی رہا تجھ سے تری قوم کو پرہیز
کچھ بھی ہو جو حق ہے وہ چھپائے نہیں چھپتا
مٹتا ہے مٹائے سے کہیں نقشِ دل آویز
اربابِ نظر موت سے مرتے نہیں دیکھے
تو زندہ رہے گا صفتِ رومی و تبریز
کر صبر تو عابد کہ نہیں خوب بہکنا
مانا کہ ترے ضبط کا پیمانہ ہے لبریز
احباب بضد ہیں پئے تاریخ کہوں کیا
"اک آہ" نکلتی ہے کہ "ہے مرگِ غم انگیز"

۱۳۸۸　　۶
۶
۱۳۸۲ھ

ریورنڈ ہینس ریحانی

دُنیائے مستقبل

جلوے جس وقت حقیقت کے نمایاں ہوں گے
ساکنِ دیر و حرم صاحبِ عرفاں ہوں گے
رہ نہیں سکتی شبِ تار ہمیشہ اے دوست
وہ گھڑی آئے گی جب صبح کے ساماں ہوں گے
خونِ دل دے کے بنا دیں گے انھیں صورتِ گل
حائلِ راہ اگر خارِ مغیلاں ہوں گے
زحمتِ راہ نمائی نہ خضر کو ہوگی
ذرے ذرے وہ ظلمات کے تاباں ہوں گے
باہمی زیست کے باعث وہ بہار آئے گی
جتنے ویرانے ہیں صد رشکِ گلستاں ہوں گے
ارتقا کی کوئی منزل ہی نہیں ریحانی
کس کو معلوم کہاں حضرتِ انساں ہوں گے

فضا کوثری

غزل

مسلط ہے وہ بیکسی مدتوں سے　　چھلکتی نہیں چاندنی مدتوں سے
کہیں کھو گئی ہے خوشی مدتوں سے　　کہ بے کیف ہے زندگی مدتوں سے
بھڑکتی ہوئی تو بجھاتے ہیں آنسو　　چھپاتا ہوں دل کی لگی مدتوں سے
نہ راہِ سیاست سمجھ پا رہا ہوں　　اندھیرے کو ہیں روشنی مدتوں سے
نظر چونکی چونکی قدم بہکے بہکے　　جوانی پہ ہے بے خودی مدتوں سے
یہ توہینِ غم ہے شکایت نہیں ہے　　کہ لب پر نہ آئی ہنسی مدتوں سے
میں یہ سوچتے سوچتے تھک گیا ہوں　　کہ ہے کیوں یہ وارفتگی مدتوں سے
فضا ایسا محسوس ہونے لگا ہے
نہیں آدمی آدمی مدتوں سے

ضیاء احمد بدایونی

قطعۂ تاریخ وفات

ڈاکٹر سید ہادی حسن مرحوم

فاضلِ شہیر بیاں ہادی حسن　　ناگہاں روشن از قضا خاموش شد
بود ذاتش شمعِ بزمِ اہلِ ذوق　　حیف از بادِ فنا خاموش شد
گفتمش سال از سرِ حزن و الم　　"طوطیِ گویائے ما خاموش شد"

۱۰۰۸ + ۳۷۴
۱۳۸۲ھ

اُردو درجے کھلوانے کا مسئلہ

حیدرآباد ۳۱ مئی۔ انجمن ترقی اُردو آندھرا پردیش نے ریاستی حکومت سے درخواست کی ہے کہ اُردو بولنے والی اقلیت کو واضح لفظوں میں یہ بتایا جائے کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں خصوصاً اضلاع اور اندرون ریاست چھوٹی چھوٹی جگہوں میں اُردو کے درجے کھلوانے کے لئے کس کے پاس درخواستیں لے کر جائے۔

اس سلسلے میں آندھرا پردیش کی حکومت کے چیف سکریٹری کو مندرجہ ذیل مضمون کا ایک خط بھیجا گیا ہے:

"تمام احترامات ملحوظ رکھتے ہوئے ہم جناب کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کرانے پر مجبور ہیں کہ اضلاع اور اندرون ریاست چھوٹے چھوٹے مقامات پر اُردو بولنے والی آبادی کو اپنے بچوں کی تعلیم کے معاملے میں جو جائز شکایتیں پیش آتی ہیں ان کو رفع کرنے کے لئے موجودہ سرکاری طرزِ عمل قطعی بے سود اور غیر تسلی بخش ہے۔ یہ ہمارا روزانہ کا تجربہ ہے کہ جب متعلقہ مقامی حکام یعنی ضلع کے تعلیمی افسران یا اسکول کے ہیڈ ماسٹروں سے کہا جاتا ہے تو وہ بڑی معصومیت سے یہ جواب دے دیتے ہیں کہ اس معاملے میں کسی بالائی واضح حکم کے بغیر ہم اپنی طرف سے کوئی پیش قدمی نہیں کرسکتے اور جب متعلقہ ضلع پریشدوں کے ذمہ داروں سے ملتے ہیں تو وہاں سے بھی اکثر یہی جواب ملتا ہے کہ جب تک محکمہ تعلیم سے اس مد میں خصوصی مالی امداد نہ ملے اور مدرسوں کی فراہمی کا انتظام نہ ہو اس وقت تک ہم اس معاملے میں کچھ نہیں کرسکتے۔"

بے چارے درخواست دہندہ جگہ جگہ مارے مارے پھرتے ہیں اور بالآخر یا تو انتہائی مایوسی کے عالم میں اپنی کوششوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں یا اپنے بچوں کو جاہل رکھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، یا اگر استطاعت ہو اُن کو دور دراز مقامات پر بھیجنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں، یا پھر بیچارے بچوں کو پرائمری تعلیم بھی ایسی زبان میں پڑھانے پر مجبور کرتے ہیں جو اُن کی مادری زبان نہیں۔

ساتھ ہی ساتھ یہ لوگ آئے دن یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اُن کے ارد گرد ہر طرف نئے نئے مدارس اور نئے نئے درجے اکثریت کے بچوں کی تعلیم کے لئے دھڑا دھڑ کھولے جاتے ہیں جب کہ اُن کے اپنے بچے گلیوں میں ادھر اُدھر بیکار مارے مارے پھرتے رہتے ہیں۔

یہ ایسی حالت ہے جس کے متعلق مجھے یقین ہے کہ حکومت ایسی حالت کو جاری رہنے دینا خود بھی پسند نہ کرے گی اس لئے میں اس معاملے پر آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں تاکہ ان شکایتوں کو دور کرنے کے لئے ضروری اور مناسب کارروائی کی جائے۔

اس معاملے میں سب سے پہلے جو ضروری مسئلہ حل طلب ہے وہ یہ ہے کہ اقلیتوں خصوصاً اردو بولنے والی اقلیت کو یہ بتایا جائے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے اردو درجے کھلوانے کے سلسلے میں کس کے پاس درخواستیں لے کر جائیں۔ تاکہ آئندہ اُن کے جائز مطالبات سال بسال اسی طرح کھٹائی میں نہ پڑتے رہیں۔

(مولوی حبیب الرحمن آنریری سکریٹری ریاستی شاخ آندھرا پردیش)

انجمن ترقی اُردو راجستھان کا سالانہ اجلاس

۲۳ر جون کو ۱۰ بجے صبح بروز یک شنبہ مسلم مسافر خانہ جے پور واقع بیرون سانگانیر دروازہ پر انجمن ترقی اردو راجستھان کا سالانہ اجلاس منعقد ہوگا۔ جس میں دیگر معاملات ضروری کے علاوہ۔ پرائمری درجوں میں مادری زبان کی تعلیم کے واقعی اور اطمینانی انتظامات، اُردو کی نصابی کتابوں کی دستیابی اردو کے مدرسین کی حسب ضرورت ماموریاں، سہ لسانی فارمولا کے تحت گورنمنٹ راجستھان اور ایجوکیشنل بورڈ آف راجستھان کے جاری کردہ احکام کی واقعی تعمیل کے مسائل پر غور و خوض اور عمل کرانے کی تدابیر کا فیصلہ ہوگا۔ نیز جے پور میں کل ہند اُردو کانفرنس کے انعقاد کے متعلق مرکزی انجمن سے درخواست کا معاملہ بھی پیش ہوگا۔ انجمن مذکور نے اپنے جملہ ممبروں، سرپرستوں، معاونین اور ہمدردان اُردو نیز اپنی مقامی شاخوں کو شرکت کی دعوت دی ہے۔ ذریعہ ہذا ہر راجستھانی اُردو دوست سے استدعا ہے کہ وہ اس اجلاس میں شرکت فرماکر ان مسائل اور دیگر متعلقہ امور کے حل اور فیصل کرنے میں انجمن کی مدد فرمائے اور اپنے مقامی مسائل اور مقامی دشواریوں کو حل اور دور کرنے میں انجمن کی اعانت کرے۔ یہ ایک اہم اجلاس ہوگا، اس لئے اُردو دوستوں کو اردو کے نام پر ایثار فرماکر ضرور شامل ہونا چاہیے۔

(احترام الدین احمد شاغل جوائنٹ سکریٹری انجمن ترقی اردو راجستھان (جے پور))

انجمن کی شاخ سہسرام

انجمن ترقی اُردو شاخ سہسرام (بہار) کا ایک جلسہ زیر صدارت جناب قمر عبدالسلام صاحب منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل تجویز بالاتفاق منظور کی گئی۔

یہ جلسہ اس بات کو ضروری سمجھتا ہے کہ سہ لسانی فارمولا میں اُردو کو بھی شامل کیا جائے۔ سنسکرت جیسی کلاسیکل زبان کو جدید زبانوں کے بجائے شامل کرنا سہ لسانی فارمولے کی روح کے منافی ہے۔ اُردو کی شمولیت سے قومی یکجہتی کو تقویت ملے گی اور جذباتی ہم آہنگی پیدا ہوگی۔ اُردو زبان اتر پردیش، راجستھان، مدھیہ پردیش، بہار وغیرہ کی علاقائی زبان ہے بلکہ اسکی حیثیت بین الملکی بھی ہے اس لئے سہ لسانی فارمولے میں اسکی شمولیت از بس ضروری ہے۔

(کمال الدین اجمیری نائب ناظم)

زبردستی سنسکرت پڑھنی پڑے گی

حکومت یوپی نے سہ لسانی فارمولے کے سلسلے میں ایک سرکلر کے ذریعہ تمام پرنسپلوں اور ہیڈ ماسٹروں کو ہدایت کی ہے کہ جولائی ۶۳ء سے درجہ ۹ سے ہندی اور انگریزی کے علاوہ ہندوستان کی چودہ زبانوں میں سے کسی ایک کا لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھنا ضروری ہوگا۔ چودہ زبانوں میں آسامی، بنگالی، پنجابی، گجراتی، تلگو، ملیالم، سنسکرت اور اردو وغیرہ ہے۔ اردو کا اندراج چودھویں نمبر پر ہے۔ گورکھپور میں مسلمانوں کے دو اداروں جارج اسلامیہ انٹر کالج اور انصار ہائی اسکول نے اردو رکھی ہے۔ شہر کے بقیہ تمام اسکولوں نے اردو کا بائیکاٹ کر کے سنسکرت رکھ لی ہے گورنمنٹ جوبلی انٹر کالج سے بھی اردو بدستور سابق خارج رہی، حالانکہ موجودہ پرنسپل اردو کے ایم۔ اے ہیں۔ تعجب ہے کہ مقامی مشن ہائی اسکول نے بھی سہ لسانی فارمولے کے سلسلے میں اردو خارج کر دی ہے۔ حالانکہ اس ادارے میں پہلے اردو کی تعلیم کا انتظام تھا۔ یو۔ پی میں اسلامیہ انٹر کالجوں اور ہائی اسکولوں کی تعداد دو فی صدی سے زیادہ نہ ہوگی۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ تقریباً تمام لڑکوں کو زبردستی سنسکرت پڑھنی پڑے گی۔ مقامی انسپکٹر اسکول کی صدارت میں پرنسپلوں اور ہیڈ ماسٹروں کا جو جلسہ سہ لسانی فارمولے کے سلسلے میں ہوا تھا اس میں شہر کے تقریباً تمام پرنسپلوں نے (باستثناء دو مسلم پرنسپل کے) اردو کے بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ کر دیا ہے۔ جن طلبہ کی مادری زبان اردو ہے اور سنسکرت سے انھیں کوئی مناسبت نہیں ہے انھیں اردو کے پڑھنے کا موقع نہ دینا اور سنسکرت پڑھنے کے لئے مجبور کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔ مسلم طلبہ کو سنسکرت پڑھنے میں وہی دقت ہوگی جو ہندو طلبہ کو عربی پڑھنے میں ہوگی

....

.... لیکن مسلم طلبہ نیز ان ہندو طلبہ کو جن کی مادری زبان اردو ہے زبردستی سنسکرت پڑھنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ اردو کے ہندو بہی خواہوں کو بھی اس پر احتجاج کرنا چاہیے، اور انجمن ترقی اردو نیز دیگر ادبی اداروں کو اجتماعی طور پر مطالبہ کرنا چاہیے کہ جہاں اردو کی تعلیم کا مطالبہ ہو وہاں لازمی طور پر اردو کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ (ابو سلطان۔ گورکھپوری)

"انجمن اس سلسلے میں ضروری کارروائی کر رہی ہے۔ ضرورت ہے کہ لوگ بھی مقامی طور پر اپنی کوشش جاری رکھیں۔" (ادارہ)

انجمن ترقی اردو شاخ بودھن

انجمن ترقی اردو شاخ بودھن کے قائم کردہ دارالمطالعہ عام شکرنگر میں رسالہ جات ماہانہ (۲۰) عدد، رسائل پندرہ روزہ (۴) عدد، رسائل ہفتہ وار (۵) عدد، اخبار سہ روزہ (۱) عدد، اخبار روزنامہ جات دو عدد اور متعدد کتابوں کے مطالعہ سے دوران ماہ مئی ۱۹۶۳ء (۷۲۸) ناظرین نے استفادہ کیا ہے۔ (ساغر حیدرآبادی معتمد)

بال جبریل کا انگریزی ترجمہ

اینی میری شمل نے بال جبریل کا جو ترجمہ کیا تھا اور اس پر اپنے حاشیئے لکھے تھے وہ کتابی صورت میں چھپ گئے ہیں۔ کتاب ای۔ جے۔ برل (E.J. Brill) نے لنڈن سے شائع کی ہے۔

ایک نادر ادبی خدمت

لکھنؤ کے ایڈوکیٹ چودھری بدرالزماں صدیقی نے غالب کے اردو کلام کا انگریزی میں ترجمہ مکمل کر لیا ہے آج کل مترجم ایک مفصل تنقیدی مقدمہ لکھنے میں مصروف ہیں۔

یوم نذیر احمد

مولوی نذیر احمد کی برسی پہلی مرتبہ کراچی میں، ۳ مئی کو کاترک ہال میں منائی گئی۔ یہ رائٹرز گلڈ کی زیر سرپرستی منعقد ہوئی تھی۔

شروع میں ضیاء الدین احمد برنی، اسلم فرخی، جمیل جالبی، ڈاکٹر شوکت سبزواری، بیگم برلاس، علامہ عبدالعزیز میمن اور اے۔ ڈی۔ اظہر نے مقالوں اور تقریروں کے ذریعہ مولوی نذیر احمد کی زندگی اور ان کے ادب پر روشنی ڈالی۔ پھر حفیظ جالندھری اور جمیل نقوی کی نظمیں ہوئیں جو خاص اسی موقع کے لئے لکھی گئی تھیں۔ صدر (ممتاز حسین) نے اپنی تقریر میں چند مفید مشورے دئے اور یوم نذیر احمد کے منائے جانے پر اپنی دلی مسرت کا اظہار کیا۔ آخر میں مولوی صاحب کے ناول توبۃ النصوح کے ایک جز کو ڈرامہ کی شکل میں دکھایا گیا۔ کلیم اور مرزا ظاہردار بیگ کا رول نہایت خوبی سے ادا کیا گیا۔ یہ دلچسپ صحبت گیارہ بجے رات کو اختتام کو پہنچی۔

(اوپر کی تین خبریں "کتابی دنیا" سے شکریے کے ساتھ)

ضروری اعلان: براہ مہربانی خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجیے — منیجر

معاصرین

اُردو کی جگہ کہاں ہے؟

قومی یک جہتی کی مہم سر کرنے کی غرض سے وزرائے اعلیٰ کی کانفرنس میں سنہ ۱۹۶۱ء میں جو سہ لسانی فارمولا منظور ہوا تھا اس پر عمل درآمد کرانے والی کمیٹی نے اب آخری طور پر اپنی تجویز اور اس کی وضاحت پیش کر دی ہے۔ اس کے تحت سہ لسانی فارمولے کی رو سے ہندی اور انگریزی کے ساتھ تیسری زبان کوئی "جدید ہندستانی زبان" پڑھائی جانا چاہیئے جو کلاسیکل نہ ہونا چاہیئے اور اس کی تعلیم کی مدت کم سے کم مسلسل تین سال ہونا چاہیئے اور جہاں اُس کا انتظام نہیں ہے وہاں جلد سے جلد انتظام کرنا چاہیئے۔ اس وضاحت سے سنسکرت اور دوسری کلاسیکل زبانیں جیسے عربی وغیرہ خارج ہو جاتی ہیں۔

اس وضاحت کی ضرورت اس لئے پیش آئی تھی کہ یو۔پی کی حکومت تیسری زبان کے طور پر سنسکرت رکھنا چاہتی تھی لیکن مرکز کی ہدایت کے باوجود یو۔پی کی حکومت نے ایک زمانی سہ لسانی فارمولے میں "جدید ہندستانی زبان" کے نقرے کو اپنے صوبے میں نفاذ کے لئے "ہندستانی زبان" سے بدل دیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ یو۔پی میں تیسری زبان سنسکرت ہوگی جو لازماً پڑھنا ہوگی۔ البتہ اتنی گنجائش رکھی ہے، کہ جنوبی ہند کی کوئی زبان یا اُردو بھی پڑھائی جا سکتی ہے، بشرطیکہ اُس کے لئے اساتذہ اور طلبہ مہیا ہوں۔ یعنی نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچیں گی! دوسرے معنوں میں حکومت یو۔پی نے اُردو کی قسمت پر مُہر لگا دی ہے۔

سمپورنا نند جی کے بعد گپتا جی کے برسر اقتدار آنے پر اردو والوں کو ان سے کچھ ضرورت سے زیادہ اُمیدیں وابستہ ہو گئی تھیں۔ گپتا جی نے کان پور میں انجمن ترقی اردو کی کانفرنس میں پچھلے دار تقریر کر کے اُردو والوں کو سبز باغ دکھا دئے تھے اور ایک کمیٹی بھی اچاریہ کرپلانی کی صدارت میں اُردو کے مسئلے کا جائزہ لینے کے لئے قائم کر دی تھی۔ مگر جب کرپلانی کمیٹی کی رپورٹ سامنے آئی تو اردو والوں کے ہوش اُڑ گئے۔ کمیٹی نے اپنی تحقیقات اور سفارشات میں اردو کی رہی سہی جڑ بھی کاٹ دی تھی۔ اور اب حکومت یو۔پی سہ لسانی فارمولے پر جس طرح عمل کرنا چاہتی ہے اُس سے اردو کی پوری عمارت بیٹھ جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اردو کے کچھ حساس دوست ابھی سے اس خطرے کے خلاف چیخ چلا رہے ہیں۔ سہ لسانی فارمولے پر یو۔پی میں اسی تعلیمی سال سے یعنی جولائی سے عمل ہونے والا ہے۔

سہ لسانی فارمولے کے تحت اُردو داں طلبہ کو دوسرے صوبوں میں بھی سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ انھیں ہندی اور انگریزی کے علاوہ اُس صوبے کی زبان بھی پڑھنا ہوگی اور اگر اسی کے ساتھ وہ اپنی مادری زبان اُردو میں بھی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انھیں ایک ساتھ چار زبانیں پڑھنا ہوں گی۔ اس طرح اردو داں طلبہ پر زیادہ بوجھ آ پڑیگا اور اس کا لازمی نتیجہ اُن کی استعداد اور امتحان میں نمبروں پر پڑے گا۔ وہ دوسرے طلبہ کے مقابلے میں کمزور رہ جائیں گے اس مسئلے سے صرف اُردو داں طلبہ ہی دو چار نہیں ہوں گے وہ طالب علم اس مصیبت کا شکار ہوں گے جو اپنے صوبے سے باہر کسی غیر صوبے میں رہتے ہیں اور اُن کی مادری زبان دوسری ہے۔ دوسری زبانوں کے طلبہ کا تو معاملہ یہ ہے کہ زبان کے معاملے میں اُن کے حوصلے بڑے کافی آگے بڑھے ہوئے ہیں اور کوئی نہ کوئی صورت نکال کر اپنے بچوں کی مشکلات پر قابو پا لیں گے لیکن بے موت مارے جائیں گے اُردو داں طلبہ۔ اُن کے لئے اس کے سوا دوسرا کوئی راستہ نہیں ہوگا کہ یا تو ایک ساتھ چار زبانیں پڑھیں یا اپنی مادری زبان سے ہاتھ دھولیں۔ (آزاد ہند۔ کلکتہ)

سہ لسانی فارمولا اور اُردو

کانگریسی ممبر پارلیمنٹ مسٹر بی کے دھون نے حال ہی میں ایک مکتوب حکومت یو۔پی کو مخاطب کرنے کی غرض سے چند اُردو اخبارات کو دیا ہے جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے:

> "حکومت یو۔پی نے سہ لسانی فارمولے پر عمل درآمد کرنے کے سلسلے میں ہندی اور انگریزی زبانوں کے ساتھ سنسکرت کو تیسری زبان کی حیثیت سے شامل کر لیا ہے حالانکہ یو۔پی میں تقریباً چھبیس فی صدی لوگ سنسکرت پڑھنے کے بجائے اُردو پڑھنا پسند کریں گے۔ اس کے علاوہ اُردو دستورِ ہند کی چودہ زبانوں میں سے ایک زبان ہے اس لئے سہ لسانی فارمولے میں اُردو کو شامل نہ کرنے پر اتر پردیش کے اُردو پڑھنے والے عوام میں کافی کھلبلی مچی ہوئی ہے۔ میری رائے میں عوام کے ایک طبقے کی خواہش کو جو اُردو سیکھنا اور پڑھنا چاہتا ہے ٹھکرا دینا ایک ناپسندیدہ اور غیر دانش مندانہ بات ہے۔ اس لئے نصاب ایسا ہونا چاہیے کہ جو لوگ اُردو پڑھنا چاہتے ہوں اُن کے لئے اسکولوں میں ضروری سہولتیں فراہم ہوں۔"

(سیاست جدید۔ کانپور)

مراسلات

مکتوب مولانا قمر بدایونی

مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۹۳ء کے ہماری زبان میں حضرت قمر بدایونی کی شخصیت شاعری اور فن پر ویریندر پرشاد سکسینہ بدایونی کا مضمون باصرہ نواز ہوا۔ جس محنت خلوص اور لگن سے وہ اپنے وطن کے انمول جواہر پاروں کو ادبی دنیا سے روشناس کرا رہے ہیں اس پر بے ساختہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ ع

اللہ ترے حسن تجسس کو بقا دے

میرے والد مرحوم حضرت نفیس بنگلوری کے ادبی و علمی ذخیرے میں حضرت قمر بدایونی کا ایک خط ملا جس میں شاعری اور فنی معلومات کی باریکیوں اور نزاکتوں کو سمجھایا گیا ہے۔ رئیس مینائی

(خط کے چند ضروری اقتباس دئے جا رہے ہیں۔ ادارہ)

آپکے مرسلہ سوالات کے نمبروار جواب حسب ذیل ہیں:

(۱) مئے کے ساتھ گئے کا قافیہ اس شعر میں درست ہے (بلحاظ ادائے تلفظ) اگرچہ ساخت جداگانہ ہے جیسے "اگر آئے" اور "اپنے پرائے" میں اور یہ جواز معمول تحلیلی کی تعریف میں آتا ہے۔

(۲) چلے اور کھلے میں ل متحرک روی نہیں ہے، بلکہ ی ساکن روی ہے۔ تجستہ، شکستہ میں ہ ساکن حرف روی ہے علی ہذا گلا اور فیصلہ میں ہ حرف روی ہے۔

روی متحرک ہمیشہ متحرک ہو کر حرف وصل سے ملتی ہے اور حرف وصل اضافی ہوتا ہے جو کسی لفظ میں بڑھایا جائے مثلاً گرمی، بزمی کی ی حرف وصل ہے جس کو م حرف روی کے بعد بڑھایا گیا ہے۔ حرف ماقبل روی کو اگر مستقل قرار دے لیا جائے مثلاً بلا کا قافیہ بجائے ہوا، بجا، وفا، وغیرہ کے جلا، ٹلا، بجلا، وغیرہ استعمال کیا جائے تو ایسے قافیوں کو مستحسن کہیں گے اور یہ التزام لزوم مالایلزم (کسی ایسی بات کو لازم کر لینا جو لازم نہ ہو) کی تعریف میں آئے گا۔ یہاں "حرف ماقبل روی مستقل قرار دادہ" حروف قافیہ میں شمار نہ ہوگا صرف قافیے سے متعلق کہا جائے گا۔

(۳) بلاؤں، جلاؤں، وغیرہ قوافی میں الف حرف روی ہے و حرف وصل اور ں حرف خروج ہے۔ اس سے پہلے کا ل اگر مستقل قرار دے لیا جائے تو اس کی وہی حیثیت ہوگی جو مذکورہ بالا میں جلا، ٹلا وغیرہ قوافی کے ل کی ہے۔ ورنہ جس طرح بلا کا قافیہ دعا، جفا وغیرہ ہو سکتا ہے اسی طرح جلاؤں کا قافیہ بناؤں، سجاؤں وغیرہ ہو سکتا ہے۔

(۴) جمالوں، کمالوں وغیرہ کا قافیہ پیالوں اس بنا پر علمی قاعدے کے خلاف ہے کہ اضافی قافیوں کے لئے (جو کسی لفظ میں کسی حرف کا اضافہ کر کے بنائے گئے ہوں مثلاً کمال میں و، ں۔ علامت جمع کا اضافہ کر کے کمالوں بنا لیا گیا) یہ لازمی ہے کہ اگر ان میں سے حروف اضافی کو علیحدہ کر لیا جائے تو اصلی الفاظ میں حروف اضافی بڑھائے گئے ہوں آپس میں ہم قافیہ ہو سکیں جیسے جمالوں اور کمالوں میں سے اگر و، ں۔ کو علیحدہ کر لیا جائے تو جمال، کمال۔ اصلی الفاظ ایک دوسرے کا قافیہ ہو سکتے ہیں۔ اس اصول کے ماتحت پیالوں میں و، ں کو علیحدہ کرنے کے بعد لفظ پیال باقی رہتا ہے جو کوئی لفظ نہیں ہے۔ اور اصلی لفظ پیالہ، جمال، کمال کا قافیہ نہیں ہو سکتا۔ جن شعراء نے ان قافیوں کو جائز سمجھا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اردو قاعدے سے الفاظ کی جمع بنانے میں لفظ کے آخر کی ہائے ہوز اور الف گر جاتا ہے مثلاً کالا کی جمع کالوں یا پیالہ کی جمع پیالوں میں یہی عمل کارفرما ہے اس بنا پر کمالوں کا قافیہ پیالوں معمول تحلیلی کی تعریف میں آتا ہے جو بالاتفاق جائز ہے۔

(۵) باریکیاں کا قافیہ پیائیاں قطعی غلط ہے اور اس پر یقیناً ایطاء جلی کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ یہ قافیے اضافی ہیں، ان میں ی، ا، ں، علامت جمع کو علیحدہ کرنے کے بعد نہ باریکی اور پیائی ہم قافیہ ہو سکتے ہیں اور نہ باریکی اور پیائی کی ی کو علیحدہ کرنے کے بعد باریک اور پیا ہم قافیہ ہو سکتے ہیں، جس سے یہ کہنے کی گنجائش ہو کہ باریکی اور پیائی میں یائے مصدری کو اضافہ کرنے کے بعد، ا، ں جمع کا اضافہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہی اعتراض یائے مصدری کو علیحدہ کرنے کے بعد عاید ہوتا ہے۔ ۱۰ اکتوبر ۱۹۴۳ء — قمر

(مرسلہ رئیس مینائی، مسلم لائبریری بنگلور)

ہندی الفاظ کا تلفظ

۲۲ مئی ۱۹۹۳ء کے ہماری زبان میں املا کی اصلاح کے متعلق راقم الحروف کا آخری مضمون شائع ہوا ہے جس میں طباعت کی چند غلطیاں رہ گئی ہیں۔ قارئین نیچے کی تصحیح کو پیش نظر رکھ کر مضمون کا مطالعہ فرمائیں۔

صفحہ ۲ کالم ۲ میں ख کو کھ اور छ کو چھ پڑھا جائے۔

صفحہ ۷ کالم ایک میں ساکن حروف کی علامت '۔' نہیں بلکہ '۰' ہے۔ ک + ش = کش (क्ष = क + ष)

ت + ر = تر (त्र = त + र)، گ + ي = گي

(ہم = ہ + م) اور اس طرح [illegible] پھگشنہ،

परीक्षा = پریکشا، यात्रा = یاترا، पत्र = پتر،

विज्ञान = وِگیان (گ کے بعد صرف ایک شوشہ) صحیح مانا جائے۔

صفحہ ۷ کالم ۳ میں देन = دین، दैन = دَین، दौड़ = دوڑ (و، کا سر درمیان میں کھلا) मुग्गा = مگا (م کے نیچے چھوٹا ر) صحیح سمجھا جائے۔

(ایم۔ اے۔ حسن جھنجھروی)

جمعیۃ علماء کانفرنس میں اُردو

ملک کی مشہور قومی جماعت جمعیۃ علمائے ہند کی سالانہ کانفرنس 7-8-9 جون 1963ء کو میرٹھ میں منعقد ہوئی اس کانفرنس کے صدر شیخ الحدیث مولانا محمد فخر الدین نے اپنے خطبۂ صدارت میں اُردو کے متعلق ان خیالات کا اظہار فرمایا:

...... مثال کے طور پر اُردو زبان کا معاملہ ہے جس کو عام مسلمانوں سے ایک خاص تعلق ہے اس کو نظر انداز بلکہ پامال کرنے کی کوششیں بدستور جاری ہیں۔ کسی علاقے کی زبان قرار دینا تو درکنار۔ جانچ تول کر کچھ حقوق دے بھی گئے ہیں تو اس طرح کہ اُن کی قانونی حیثیت مشتبہ اور مشکوک ہے۔

اُردو یونیورسٹی کا مطالبہ اب تک ناقابل التفات اور پادر ہوا ہے۔ سہ لسانی فارمولے کے سلسلے میں بھی یہ غریب زبان آفت میں مبتلا ہے۔

کس قدر عجیب بات ہے کہ چیف منسٹر یو پی۔ جو صاف دماغ اور غیر متعصب مانے جاتے ہیں وہ سنسکرت اور جنوبی ہند کی کسی زبان کو تو قومی یکجہتی کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں اور غریب اُردو جو اُن کے گلی کوچوں میں بولی جاتی ہے جس سے اُن کی مجلسیں پُر کیف ہوتی ہیں جس سے موقع بموقع جذبات کو اُبھارا جاتا ہے۔ دماغوں کو گرمایا جاتا ہے اور جب ہمارے وزراء اور منسٹر اسٹیج کی تقریر کو موثر اور ولولہ انگیز بنانا چاہتے ہیں تو یہی اُردو زبان ان کی مددگار ہوتی ہے۔ کس قدر عجیب بات ہے کہ یہ غریب اس قابل نہیں کہ سہ لسانی فارمولے میں جگہ پاسکے۔ اور قومی یکجہتی اور جذباتی ہم آہنگی جو اس کی فطرت ہے اس کو بروئے کار لاسکے۔

گذشتہ سال اس غریب کے ساتھ بہت ہمدردی ظاہر کی گئی۔ اچاریہ کرپلانی جی کی صدارت میں ایک کمیٹی بنائی گئی۔ کمیٹی کی نشستیں ہوئیں اس کے سامنے ادبی۔ تعلیمی اور ثقافتی اداروں میں کام کرنے والوں کی شہادتیں ہوئیں۔

جب کمیٹی کی رپورٹ حکومت کے سامنے پیش ہوئی، تو اول اول تو اس کی سفارشات کے متعلق خود حامیانِ اُردو کے درمیان ردو قدح کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر دفعتہً حملہ چین اس غریب کے حق میں ایسا فال بد ثابت ہوا کہ نہ وہ جنبش رہیں۔ نہ بیانات اور تجویزیں رہیں اور نہ یہ پتہ چل سکا کہ کرپلانی کمیٹی کی رپورٹ کہاں گئی۔ اس کا کیا حشر ہوا۔

ڈاکٹر سمپورنانند کے ارشادات

راجستھان کے گورنر اور مشہور عالم شری سمپورنانند جی نے پچھلے ہفتے ہندوستانی اکاڈمی کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے فرمایا:

"ایک زمانہ ایسا تھا جب اُردو اور ہندی میں کش مکش تھی اور اس کش مکش نے اس ملک میں انگریزی کی جڑیں مضبوط کی تھیں مجھے تو اُردو ہندی میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ ان کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ **اُردو غیر ملکی زبان نہیں اس نے اسی ملک میں جنم لیا۔** دونوں زبانیں ایک ہیں۔ ایک وقت آیا جب یہ سوال پیدا ہوا کہ کس زبان کو ملک کی قومی زبان کا درجہ دیا جائے۔ میں اس بات کا دعوے دار نہیں ہوں کہ ہندی ملک کی عظیم زبان ہے۔ چونکہ ہندی جاننے والوں کی تعداد دوسری زبانیں جاننے والوں کی تعداد سے زیادہ تھی اس لئے ہندی کو قومی زبان کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہم اُردو کے مخالف ہیں۔ آج اُردو ہندی میں کوئی کش مکش نہیں ہے اب تو جھگڑا ہندی اور انگریزی کے درمیان ہے۔ ہم اس ملک کی کسی بھی زبان کو سرکاری زبان کی حیثیت سے اختیار کرسکتے ہیں لیکن انگریزی کو نہیں اپنا سکتے کیونکہ وہ بدیشی زبان ہے۔ میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ سنسکرت کو ملک کی قومی زبان بنانا چاہیے تھا۔ کیونکہ لوگ اگر بدیسی زبان کو سیکھ سکتے ہیں تو وہ سنسکرت کیوں نہیں سیکھ سکتے جو اُن کی اپنی قدیم زبان ہے۔"

ہندوستانی اکاڈیمی کی جس عمارت کا سمپورنانند جی نے الہ آباد میں سنگ بنیاد رکھا ہے یہ شری پرشوتم داس ٹنڈن کی یاد میں تعمیر کی جارہی ہے۔ اس کا نام "راج رشی ٹنڈن بھون" ہوگا۔

ضروری گزارش

براہ مہربانی انجمن سے متعلق جملہ خط و کتابت اور ارسالِ زر "جنرل سکریٹری" انجمن ترقی اُردو ہند علی گڑھ کے پتے پر فرمایئے۔

بعض خطوں پر منصب کی بجائے نام لکھا ہوتا ہے ایسے خطوں کی تعمیل میں مختلف وجوہ سے دیر ہوجاتی ہے جس کے نام خط لکھا گیا ہے اگر وہ کارکن چھٹی پر ہو، بیمار ہو، دورے پر ہو یا عدم موجودگی کی کوئی اور صورت ہو تو وہ ڈاک کھلتی نہیں اور اہم خطوط کا جواب بروقت نہیں دیا جاسکتا۔ اس لئے سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ ہمیشہ اپنے خط

"جنرل سکریٹری انجمن ترقی اُردو ہند علی گڑھ"

کے پتے پر بھیجئے۔ شکریہ

گوردیال سنگھ بھلا، ایڈووکیٹ دہلی

سنسکرت تعلیم کے بارے میں قدیم و جدید نظریے

اس مضمون میں بعض تلخ و تند باتیں بھی ہیں مگر یہ ایک بزرگ کا عطیہ ہے اور جو کچھ کہا گیا ہے خلوص سے کہا گیا ہے اس لئے پورا مضمون جوں کا توں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

قدیم ہندوستان کے برہمن تعلیم زبان (سنسکرت) کے بارے میں بھی چھوت چھات کے مسئلے کے شدید طور پر پابند تھے۔ سنسکرت کے لفظی معنی ہی "شدھ کی گئی زبان" کے ہیں۔ لہٰذا یہ زبان صرف برہمن اور کشتری لوگ آپس میں خاص گفتگو کرتے وقت استعمال کر سکتے تھے۔ اگر کوئی شودر سنسکرت میں بات کرتا تو اسے اس جرم کی سزا بھگتنا پڑتی۔ چنانچہ مسلمانوں کے اس ملک میں وارد ہونے سے پہلے عوامی زبان پراکرت تھی جو سنسکرت سے بہت مختلف تھی۔ لیکن آج ہندوستان کی تاریخ کا پہیہ پورا چکر آگے چل گیا ہے اور ہندوستان کے خود برہمن صاحبان کا اصرار آج اس بات پر ہے کہ ہر شخص گو وہ ہندو ہے یا غیر ہندو سنسکرت کی تعلیم ضرور حاصل کرے۔ اس کے یہ معنی نہیں لئے جا سکتے کہ سنسکرت کی جبری پڑھائی کے بارے میں اب کوئی قانون بن چکا ہے لیکن سوشیل طریقہ پر یہ اصرار واضح اور نمایاں طور پر موجود ہے۔ نیز ہندی بحروف دیوناگری کے بارے میں تو قانون بھی موجود ہے۔

ہماری زبان کے ۲۲ر مئی کے پرچے میں جناب نیر اقبال صاحب کا جو مضمون زیر عنوان "سر ولیم جونز اور سنسکرت تعلیم" شائع ہوا ہے وہ مبنی بر واقعات کے ہے اور نیر صاحب کا یہ فرمان کہ "بعض شواہد کی بنا پر یہ تفصیل حرف بہ حرف صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ مثلاً مشکلات کی جو بھیانک تصویر اس مقالے میں پیش کی گئی ہے اسے اس درجہ بھیانک سمجھتے ہوئے تامل ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ" راقم کے ذاتی مشاہدات کے برعکس ہے۔ ویسے یہ درست ہے کہ تقریباً یہی واقعات سر مونیر ولیمز کی تعلیم سنسکرت کے بارے میں بھی بیان کئے جاتے ہیں۔ سر مونیر ولیمز ہندوستان میں سنہ [illegible]ء میں آیا تھا۔ اور اس نے اس ملک کے پنڈتوں سے سنسکرت کی تعلیم حاصل کی اور سنسکرت کی ایک ڈکشنری بھی مرتب کی جو سنسکرت کے الفاظ کے معنی انگریزی زبان میں بیان کرتی ہے اور اس کے مقابلے پر یعنی اس کے پایہ کی ابھی تک کوئی دوسری سنسکرت لغت موجود نہیں ہے۔ اسی سر مونیر ولیمز نے سنسکرت کی گرامر بھی لکھی اور کئی ایک سنسکرت کتابوں کا بزبان انگریزی ترجمہ بھی کیا۔ اس کا شکنتلا (کالی داس) کا انگریزی ترجمہ خود بطور ایک انگلش کلاسک کے شمار ہوتا ہے۔ شہنشاہ اکبر (۱۵۵۶ء – ۱۶۰۵ء) کے زمانے میں بہت سی سنسکرت زبان کی کتابوں کے ترجمے بزبان فارسی کئے گئے۔ اس زمانے سے بہت پہلے یورپ کے اکثر علما سنسکرت زبان سے بخوبی واقفیت رکھتے تھے۔ چنانچہ صوبہ کینٹ ملک انگلستان کے ایک شخص جان کیکسٹن نے ۱۴۷۷ء میں بمقام لندن ایک پرنٹنگ پریس (بلاک پرنٹنگ کا) کھولا تھا، جو سنہ ۱۵۳۰ء تک چالو رہا۔ سنہ ۱۴۸۳ء میں اس پریس نے سنسکرت کی مشہور کتاب پنچ تنتر کا انگریزی ترجمہ شائع کیا تھا۔ پنچ تنتر کا ترجمہ نوشیرواں عادل نے سنہ ۵۷۰ء میں بزبان پہلوی کروایا تھا۔ اس کے بعد اس کتاب کے عربی، فارسی اور ملک یورپ کی مختلف زبانوں میں ترجمے ہوتے چلے آئے ہیں۔

سر ولیم جونز اور سر مونیر ولیمز کو یہ خبط تھا کہ ہم سنسکرت زبان کی تعلیم برہمنوں سے حاصل کریں۔ ہندوستان میں وارد ہونے سے پہلے یہ لوگ سنسکرت زبان سے قدرے واقف تھے وہ صرف اپنی واقفیت کو اور زیادہ گہری اور صحیح بنانا چاہتے تھے۔ اور یہاں کے برہمن گوشت کھانے والے صاحب لوگوں کے ہاتھ چھونا بھی پسند نہ کرتے تھے۔ یہ تو ہوئی شنیدہ بات۔ اب ہم آپ کو اپنی آنکھوں دیکھی سناتے ہیں۔ سید ولاور حسین اور پنڈت دھرت رام (مرحوم) راقم کے ہم مکتب تھے۔ اور کئی سال تک ہم لوگ بمقام امرت سر و لاہور اکٹھے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پنڈت دھرت رام جی نے بھی ہمارے ساتھ ہی وکالت پاس کی اور سنہ ۱۹۱۵ء یعنی تا وقت وفات وکالت کرتے رہے لیکن ہم نے انھیں پتلون پہنے ہوئے کبھی نہ دیکھا۔ ایک مرتبہ سنہ ۱۹۲۰ء میں سید ولاور حسین نے پنڈت مرحوم کی سیٹ کے اوپر ایک انڈا مرغی کا رکھ دیا چنانچہ جب وہ سیٹ پر براجمان ہوئے تو انڈا ٹوٹ گیا اس پر پنڈت جی سخت برہم ہوئے بلکہ مرنے مارنے پر تیار ہو گئے اور راقم نے بڑی مشکل سے پنڈت جی کو معقول کیا اور کئی [illegible] کی کوشش کے بعد ان دونوں صاحبوں کی صلح صفائی کروائی۔

پروفیسر ہاروے، پروفیسر لینگ ہارن اور بعد پروفیسر واڈن ہماری انگریزی کمپوزیشن کی کاپیوں کی اصلاح فرمایا کرتے تھے۔ پنڈت جی نے مجھے آرڈر دے رکھا تھا کہ ان کی کاپی پروفیسر صاحب سے واپس لاؤں۔ کیونکہ کسی [illegible] انگریز کے ہاتھ سے وہ خود کاپی پکڑنا نہیں چاہتے تھے ورنہ پنڈت جی کو اشنان کرنا پڑتا تھا۔ امرت سر [illegible] کالج کے احاطے میں ایک چھوٹا سا کنواں تھا (اب وہ عمارت ہسپتال بن چکی ہے اور کنواں وغیرہ بند ہو چکا ہے)۔ پنڈت جی گھر سے ڈوری اور لٹیا لے کر آتے تھے اور خود اس کنویں سے پانی نکال کر پیتے تھے۔ کبھی کبھی لٹیا سے میرے ہاتھوں میں پانی انڈیل کر مجھے بھی پلا دیا کرتے تھے۔ چند بار انھوں نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ گڑ دی (ڈنگی لٹیا) کو

منہ لگا کر پانی پی لوں مگر میں نے انکار کر دیا۔ کیونکہ میں خواہ مخواہ اپنے دوست کو تکلیف میں ڈالنا نہ چاہتا تھا۔ پنڈت جی کو یہ بھی پتہ تھا کہ راقم مسلمانوں کے مٹکے سے بھی پانی پی لیا کرتا ہے۔ پنڈت جی کا ایک لڑکا تھا جو اپنے ایام طفولیت میں ہی انتقال کر گیا۔ لڑکیاں ہیں جو کافی ماڈرن ٹائپ کی ہیں۔ دوسرے اور ہمارے کئی مسلمان دوست بھی تھے جو ہندوؤں کے ہاتھ سے کھانے پینے کی چیز حاصل کرنے سے پرہیز کیا کرتے تھے۔ گو ان کی تعداد کچھ بہت زیادہ نہ تھی۔ جناب ظہور الدین پال ایڈوکیٹ (مرحوم) اور جناب عبد الرؤف صاحب بارایٹ لا (مرحوم) نے پنجاب میں ہندو مسلم فسادات (۱۹۲۶ء – ۱۹۲۷ء) کے بعد یہ رویّہ اختیار کیا تھا۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات زوروں پر تھے جب کہ ایک روز سید دلاور حسین ایڈوکیٹ امرت سر کچہری میں تشریف لائے۔ ایک مسلمان منشی کو انھوں نے سوڈا واٹر کی دو بوتلیں لانے کو کہا۔ چنانچہ وہ دو عدد بوتلیں اور دو گلاس ایک مسلمان سوڈا واٹر بیچنے والے کی دوکان سے لے آیا۔ منشی صاحب نے بوتلیں کھول کر الگ الگ گلاسوں میں ڈال دیں۔ شاہ صاحب یعنی سید دلاور حسین نے ایک گلاس مجھے دے دیا اور دوسرے گلاس سے خود پینے لگے جب ہم دونوں ختم کر چکے تو مسلمان منشی نے صرف ان کا جھوٹا گلاس اٹھا لیا اور میرا پڑا رہنے دیا۔ اس پر سید صاحب نے خود میرا جھوٹا گلاس اٹھایا اور منشی صاحب کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس وقت اس بے چارے منشی کے چہرے کی کیفیت قابل ملاحظہ تھی۔ مجھے خود احساس ہے کہ میں کیا لکھنے بیٹھا تھا اور کیا کچھ لکھ گیا۔ اور جناب ایڈیٹر صاحب مجھ ساٹھ سالہ بڈھے کے ہوش و حواس کے بارے میں کیا رائے قائم فرمائیں گے۔ لیکن میں یہ بھی محسوس کرتا ہوں کہ ان واقعات کا مطالعہ ہماری قوم کے نوجوانوں کے لئے یعنی ہندوستانی قوم کے نوجوانوں کے لئے بے مطلب، بے محل اور رائگاں ثابت نہ ہوگا۔ اصول کی اور سچی بات صرف یہی ہے کہ نفرت کرو گے تو تمہارے ساتھ نفرت کی جائے گی اور محبت کرو گے تو تمہارے ساتھ دوسرے لوگ بھی ضرور محبت کا برتاؤ کریں گے۔

باقی رہا زبان کا سوال، اس کے بارے میں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ جس زبان کے اندر زندہ رہنے کی طاقت موجود ہوتی ہے وہ زندہ رہتی ہے، اور جو کمزور اور ناتواں ہو وہ زبان ضرور مرجایا کرتی ہے خواہ اس کا کتنا ہی علاج معالجہ کیا جائے اور اس کو زندہ اور جاری رکھنے کے لئے کتنا ہی زور کیوں نہ لگایا جائے۔ اُردو زبان کو ہی دیکھو یہ زبان ہماری سیاسی جدوجہد اور ہمارے قومی اتحاد کی نشانی ہے۔ گذشتہ سترہ سالوں کے دوران اکثر لوگوں نے اس زبان کو فنا کر دینے کے لئے کافی سے زیادہ کوششیں کی ہیں لیکن یہ زبان تا حال زندہ ہے اور زندہ رہے گی۔ ہندوستان کے پانچ کروڑ مسلمان اس زبان کے رسم الخط سے بطور ایک دینی فرض کے واقفیت حاصل کرتے رہیں گے۔ پاکستان کے اندر بھی یہی پوزیشن ہے بلکہ ہندوستان میں جو اُردو کے خلاف پروپیگنڈا کیا گیا ہے اس نے پاکستان کے ادبا کو اس زبان کی خصوصی حمایت کے لئے اور زیادہ اُبھارا ہے۔ علاوہ ازیں روس، جرمنی، ہالینڈ، انگلستان اور امریکہ یہ سب ممالک اُردو زبان کی تعلیم میں کافی سے زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں ؎

ہم کو معلوم ہے آثار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

باقی رہا سنسکرت اور ہندی زبان کے بارے میں تو جیسا میں نے اوپر بیان کیا ہے، انگریز کیا اور مسلمان کیا سب ان زبانوں کی طرف کافی متوجہ رہے ہیں اور آئندہ بھی متوجہ رہیں گے بشرطیکہ انھیں ڈنڈا دکھانا بند کر دیا جائے۔